AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مظہر الاسلام کے افسانوں میں علامت نگاری: ایک تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ

SYMBOLISM IN MAZHAR-UL-ISLAM'S SHORT STORIES: A CRITICAL AND ANALYTICAL STUDY

محمد یاسین

پی ایچ ڈی اردو سکالر، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی ڈیرہ اسماعیل خان

صداقت علی عمرانی

پی ایچ ڈی اُردو سکالر، شعبہ اردو مُسلم یوتھ یونیورسٹی اسلام آباد

Muhammad Yaseen

PHD Urdu Scholor, Qurtaba University of Science and Information Technology D.I.Khan

Sadaqat Ali Imrani

PHD Urdu Scholor, Urdu Department MY University Islamabad

Abstract:

Mazhar-ul-Islam occupies a distinctive position in modern Urdu fiction due to his profound and multidimensional use of symbolism. His symbolic discourse transcends aesthetic ornamentation and functions as an effective artistic medium for representing psychological conflicts, existential anxiety, political oppression, and social disintegration. This study critically examines the symbolic structure of Mazhar-ul-Islam's selected short stories and explores how his symbols transform ordinary objects, characters, and situations into complex layers of meaning. The article argues that his symbolic technique is deeply rooted in the socio-political realities of Pakistan, particularly the atmosphere of authoritarianism, alienation, loneliness, and identity crisis that shaped the literary consciousness of his age. Furthermore, the study investigates the psychological, existential, political, and social dimensions of symbolism in his fiction and demonstrates that his narratives are not merely fictional accounts but intellectual and philosophical reflections on the human condition. Employing a qualitative and analytical method, this research concludes that Mazhar-ul-Islam successfully broadens the scope of Urdu symbolic fiction by integrating artistic innovation with ideological depth, thereby establishing symbolism as a powerful vehicle for intellectual resistance and humanistic expression.

Keywords:

Mazhar-ul-Islam, Urdu Short Story, Symbolism, Symbolic Fiction, Psychological Symbolism, Existentialism, Political Symbolism, Social Consciousness, Critical Study.

اردو افسانے کی روایت میں علامت نگاری نے بیسویں صدی کے وسط سے ایک مؤثر فنی اور فکری اسلوب کی حیثیت اختیار کی۔ جدید انسان کی داخلی پیچیدگیوں، سماجی انتشار، سیاسی جبر، شناخت کے بحران اور وجودی بے معنویت کو براہِ راست بیان کرنے کے بجائے علامتی پیرائے میں پیش کرنا جدید افسانہ نگاروں کا امتیاز بن گیا۔ اس روایت میں مظہر الاسلام کا نام نہایت اہم ہے، جنھوں نے علامت کو محض فنی آرائش کے طور پر استعمال نہیں کیا بلکہ اسے انسانی تجربے، اجتماعی شعور اور تہذیبی المیے کی ترجمانی کا بنیادی وسیلہ بنایا۔ ان کے افسانوں میں علامت ایک ایسی تخلیقی قوت بن کر سامنے آتی ہے جو بیک وقت کئی سطحوں پر معنی پیدا کرتی ہے اور قاری کو متن کی تہہ در تہہ معنویت تک رسائی فراہم کرتی ہے۔

مظہر الاسلام کا افسانوی سرمایہ ایسے عہد کی پیداوار ہے جب پاکستان سیاسی عدم استحکام، مارشل لا، سماجی بے یقینی اور تہذیبی انتشار سے گزر رہا تھا۔ اس عہد کے حالات نے فرد کی داخلی دنیا کو شدید متاثر کیا، جس کے نتیجے میں تنہائی، خوف، احساسِ محرومی، بیگانگی اور شناخت کے بحران جیسے موضوعات اردو افسانے کا حصہ بنے۔ مظہر الاسلام نے ان تمام کیفیات کو براہِ راست بیان کرنے کے بجائے علامتوں، استعاروں اور تجریدی پیکروں کے ذریعے پیش کیا، جس سے ان کے افسانے فکری اعتبار سے زیادہ گہرے اور فنی اعتبار سے زیادہ مؤثر بن گئے۔

مظہر الاسلام کی علامت نگاری کا ایک اہم وصف اس کی معنوی وسعت ہے۔ ان کے ہاں مکھی، گڑیا، قبر، شہر، پنجرہ، محل، شال، گھوڑا اور دیگر اشیا محض اشیا نہیں رہتیں بلکہ انسانی نفسیات، سماجی حقیقت، سیاسی جبر اور وجودی اضطراب کی نمائندہ علامتوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانوں میں ہر علامت ایک نئے فکری زاویے کو جنم دیتی ہے اور متن کو کئی سطحوں پر قابلِ تعبیر بنا دیتی ہے۔

مظہر الاسلام کی علامتی تکنیک کا ایک اور نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ فرد کے باطن اور معاشرے کے خارجی حقائق کے درمیان ایک مضبوط ربط قائم کرتی ہے۔ ان کے افسانوں میں نفسیاتی اضطراب صرف ایک فرد کا مسئلہ نہیں رہتا بلکہ پورے معاشرے کی علامت بن جاتا ہے۔ اسی طرح وجودی بیگانگی صرف فلسفیانہ تصور نہیں بلکہ سیاسی، سماجی اور تہذیبی حالات کا نتیجہ محسوس ہوتی ہے۔ یہی فنی بصیرت ان کے افسانوں کو محض ادبی تخلیق نہیں بلکہ اپنے عہد کی فکری دستاویز بنا دیتی ہے۔

علامت نگاری جدید اردو افسانے کی ایک ایسی فنی جہت ہے جس نے افسانوی اظہار کو محض واقعہ نگاری سے نکال کر فکری، نفسیاتی اور تہذیبی معنویت عطا کی۔ جدید عہد میں جب انسانی زندگی سیاسی جبر، سماجی انتشار، تہذیبی بحران اور وجودی بے یقینی سے دوچار ہوئی تو ادیب نے محسوس کیا کہ حقیقت کو براہِ راست بیان کرنے کے بجائے علامتی پیرائے میں پیش کرنا زیادہ مؤثر اور دیرپا اسلوب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامت جدید اردو افسانے کی بنیادی فنی خصوصیات میں شمار ہونے لگی۔ علامت اپنے ظاہری مفہوم سے آگے بڑھ کر پوشیدہ معنی، تہہ دار مفاہیم اور فکری جہات کو آشکار کرتی ہے، جس کے باعث ایک ہی متن مختلف زاویوں سے قابلِ تعبیر ہو جاتا ہے۔

مظہر الاسلام ان چند افسانہ نگاروں میں شامل ہیں جنھوں نے علامت نگاری کو نہ صرف اپنی شناخت بنایا بلکہ اسے انسانی وجود، سماجی حقیقت اور تہذیبی شعور کے اظہار کا مؤثر وسیلہ بھی بنایا۔ ان کے افسانے علامتوں کے ایسے منظم نظام پر قائم ہیں جن میں ہر کردار، شے، منظر اور واقعہ اپنے ظاہری وجود سے آگے بڑھ کر ایک وسیع فکری اور تہذیبی تناظر اختیار کر لیتا ہے۔ ان کے ہاں علامت جامد یا محدود نہیں بلکہ مسلسل حرکت پذیر اور معنی آفرین ہے، جو ہر قرأت کے ساتھ نئے امکانات پیدا کرتی ہے۔

مظہر الاسلام کا تخلیقی عہد پاکستان کی سیاسی، سماجی اور تہذیبی کشمکش کا دور تھا۔ مارشل لا، ریاستی جبر، آزادیِ اظہار پر قدغن، معاشرتی بے چینی، تیزی سے بدلتی ہوئی اقدار اور انسانی رشتوں کی شکست و ریخت نے فرد کی داخلی دنیا کو شدید متاثر کیا۔ یہی حالات ان کے افسانوی شعور کی تشکیل میں بنیادی محرک بنے۔ انہوں نے ان پیچیدہ حالات کو براہِ راست بیان کرنے کے بجائے علامتوں، استعارات اور تجریدی پیکروں کے ذریعے پیش کیا، جس سے ان کے افسانوں میں فکری گہرائی اور جمالیاتی حسن دونوں پیدا ہوئے۔

مظہر الاسلام کی علامت نگاری کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کی کثیر الجہتی ہے۔ ان کے ہاں علامت صرف ایک معنی تک محدود نہیں رہتی بلکہ نفسیاتی، وجودی، سیاسی اور معاشرتی سطحوں پر بیک وقت متحرک رہتی ہے۔ مثال کے طور پر "مکھی" صرف ایک حشرہ نہیں بلکہ خوف، وہم اور داخلی انتشار کی علامت بن جاتی ہے؛ "قبر" صرف موت کا استعارہ نہیں بلکہ معاشرتی جمود، تنہائی اور وجودی بیگانگی کی نمائندہ ہے؛ "گھوڑا" محض ایک جانور نہیں بلکہ طاقت، ریاستی جبر اور فوجی آمریت کی علامت بن کر سامنے آتا ہے؛ جبکہ "شہر" انسانی شناخت، تہذیبی بحران اور داخلی گمشدگی کی علامتی تصویر پیش کرتا ہے۔

ان کے افسانوں کا ایک اہم امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ خارجی واقعات کو داخلی تجربے میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ان کے کردار بظاہر عام انسان ہیں، لیکن ان کی نفسیاتی کیفیت پورے عہد کی نمائندگی کرتی ہے۔ تنہائی، احساسِ محرومی، خوف، یاد، گمشدگی، شناخت کا بحران اور آزادی کی خواہش جیسے موضوعات علامتی سطح پر ایک ایسے فکری نظام کی تشکیل کرتے ہیں جس میں فرد کا باطن اور معاشرے کی خارجی حقیقت ایک دوسرے سے پیوست نظر آتے ہیں۔ یہی خصوصیت مظہر الاسلام کو جدید اردو علامتی افسانے کا ایک منفرد اور ممتاز تخلیق کار بناتی ہے۔

مظہر الاسلام نے اپنے عہد میں رونما ہونے والے ایسے عوامل کو بیان کیا ہے۔ جو ایک عام انسان کو ابنارمل بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جب ایک عام انسان کو غیر ضروری اور غیر متوقع تبدیلیاں رونما ہونے لگ جائیں۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں۔ انسان نارمل نہیں ہے۔ آج کے عہد میں مہنگائی اور بے روزگاری نے اچھے سے اچھے لوگوں کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ ان حالات کے تناظر میں بھی لوگ ابنارملٹی کا شکار ہو رہے ہیں۔

ڈاکٹر اظہر علی رضوی لکھتے ہیں:

> "اپنے ماحول اور ارد گرد کے زیادہ تر افراد کے کردار سے مختلف اطوار پائے جاتے ہیں تو وہ نارمل نہیں۔ اس تصور میں یہ گنجائش نہیں کہ اگر معاشرے کا کردار ابنارمل ہو چکا ہو تو تب ذہنی صحت کا معیار اور پیمانہ کیا ہوگا۔"(۱)

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مظہر الاسلام کا افسانہ "سوچ پر بیٹھی مکھی" ایک ایسے شخص کی کہانی بیان کی گئی ہے۔اس کے گھر میں کوئی موجود نہیں ہے اور وہ اکیلا ہے۔وہ اتنا تنہا ہے کہ اس تنہائی نے اس کو مکھی سے مختلف انداز میں بات کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔اس شخص کے ساتھ بات تک کرنے والا کوئی نہیں ہے۔وہ وقت گزاری کے لئے یہ کام کرتا ہے۔لیکن اس کی یہ حرکات اب نارمل انسان والی حرکات ہیں۔اس میں افسانہ نگار انسان کی تنہائی انسان کو ابنارمل بنا دیتی ہے۔افسانہ "سوچ پر بیٹھی مکھی" کا اقتباس ہے:

"اب کئی دنوں سے میں کپڑے نکالنے کے لئے بھی الماری نہیں کھولی اور میں ایک عجیب قسم کے خوف اور شک میں گھیرا ہوا ہوں۔۔۔۔پتہ نہیں مکھی الماری سے نکل گئی یا ابھی تک الماری میں ہی ہے۔اب تو مجھے یوں محسوس ہونے لگا ہے۔جیسے میری جھنجھناہٹ سارے کمرے میں پھیلی ہوئی ہے اور کوئی کپڑا لئے مجھے اڑانے کی کوشش کر رہا ہے۔"(۲)

افسانہ "بجا کھچا" میں مظہر الاسلام ابنارملٹی کے حوالے سے ایک ایسے شخص کی کہانی پیش کرتا ہے۔جو بچپن سے ہی مختلف ذہنی کرب کا شکار رہا ہے۔یہ ذہنی کرب اس کو مستقل طور پر ابنارمل بنا دیتا ہے۔کیونکہ مختلف واقعات نے اس کو مزید مایوس کر کے ابنارمل کر دیا۔اس کو جوٹھی چیزیں بہت پسند ہیں۔اس کی بنیادی وجہ ماضی کی وہ تلخ یادیں ہیں۔اس کو گھر میں اور گھر سے باہر جوٹھی چیزیں دی جاتی ہیں۔یہ تمام عوامل مل کر اس کو ابنارمل بنا دیتے ہیں افسانہ "بجا کھچا" کا اقتباس ہے:

"میں نے تمہارے بھائی کی خوشی کے لئے تمہاری بہن سے منگنی کی تھی۔مگر تم نے دیکھا نہیں۔جب تم سب کھانا کھا چکے ہو تو میں کھانا کھاتا ہوں۔۔۔میرا ایک مسئلہ ہے۔میری زندگی ایسے واقعات سے بھری ہوئی ہے کہ جن کی وجہ۔۔۔۔پھر وہ چپ ہو گیا۔۔۔اور جب میں نے اصرار کیا تو اس نے بس اتنا کہا۔۔۔مجھے جوٹھی چیزوں کی عادت پڑ گئی ہے۔"(۴)

ان کا افسانہ "شکار کیا ہوا جانور" معاشرے میں موجود ایسے کردار کو ابنارمل کے طور پر پیش کر رہا ہے۔جس کے نزدیک اُس کی جو چیزیں گم ہو جاتی ہیں وہ اتفاقاً نہیں ہیں۔بلکہ یہ سانحات، حادثات اور واقعات رونما ہوتے ہیں۔وہ صرف اسی کی ساتھ پیش آتے ہیں۔کیونکہ ماضی میں بھی ایسا ہو چکا ہے۔یہاں پر کردار نفسیاتی طور پر بہت اضطراب کا شکار ہے۔اور ابنارمل بن چکا ہے۔اس افسانہ کا اقتباس ہے:

"اس نے بڑے اطمینان سے جواب دیا نہیں۔یہ میرا اسٹیشن نہیں پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔اور سیٹ پر اِدھر اُدھر ڈھونڈنے لگا۔کیا ڈھونڈ رہے ہیں۔میں نے پوچھا یہاں میں نے اخبار رکھا تھا وہ بھی گم ہو گیا۔میرے ساتھ یہی ہوتا ہے کیا میں نے تجسس سے پوچھا۔میری چیزیں گم ہو جاتی ہیں دیکھنا اخبار نہیں ملے گا۔میری جب بھی کوئی چیز گم ہو جاتی ہے نہیں ملتی۔یہ سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب میں دس سال کا تھا۔اگست کے مہینے میں میری ماں گم ہو گئی۔آج تک نہیں ملی۔کیا آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا؟ نہیں وہ واقعی گم ہو گئی تھی کیسے گم ہوئی؟"(۹)

تنقیدی اعتبار سے دیکھا جائے تو مظہر الاسلام کی علامت نگاری صرف فنی تجربہ نہیں بلکہ ایک فکری مزاحمت بھی ہے۔انہوں نے علامت کو اظہار کی مجبوری نہیں بلکہ تخلیقی حکمتِ عملی کے طور پر اختیار کیا۔ان کے افسانوں میں علامت حقیقت کو چھپاتی نہیں بلکہ اس کی تہہ در تہہ معنویت کو آشکار کرتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کی علامتیں قاری کو محض متن پڑھنے پر اکتفا نہیں کرنے دیتیں بلکہ اسے متن کے پس منظر، تہذیبی سیاق اور انسانی تجربے پر غور و فکر کرنے پر آمادہ کرتی ہیں۔

اس تناظر میں مظہر الاسلام کی علامت نگاری جدید اردو افسانے کی ایک اہم فنی اور فکری روایت کی نمائندہ ہے، جس میں جمالیاتی حسن، نفسیاتی بصیرت، سماجی شعور اور فلسفیانہ گہرائی باہم مل کر ایک ایسے افسانوی نظام کو تشکیل دیتے ہیں جو اردو ادب میں اپنی انفرادیت اور معنوی وسعت کے باعث ہمیشہ قابلِ توجہ رہے گا۔

مظہر الاسلام کے افسانوں میں نفسیاتی علامت نگاری ایک بنیادی فنی اور فکری جہت کی حیثیت رکھتی ہے۔ان کے ہاں انسانی شخصیت کو صرف ظاہری اعمال و افعال کی بنیاد پر نہیں دیکھا گیا بلکہ اس کے باطن، لاشعور، خوف، احساسِ محرومی، تنہائی، ماضی پرستی اور وجودی اضطراب کو علامتی پیکروں کے ذریعے نمایاں کیا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانوں میں کردار خارجی حقیقت سے زیادہ اپنی داخلی دنیا میں زندہ نظر آتے ہیں۔ان کی علامتیں انسانی ذہن کی ان پوشیدہ کیفیات کو آشکار کرتی ہیں جنھیں براہِ راست بیان کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

جدید نفسیاتی تنقید کے مطابق انسان کے رویے، خواب، خوف، احساسات اور لاشعوری خواہشات اس کی شخصیت کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔مظہر الاسلام نے اسی نفسیاتی حقیقت کو اپنے افسانوں کی بنیاد بنایا۔ان کے نزدیک انسان کی داخلی شکست، معاشرتی بے حسی، سیاسی جبر اور تہذیبی انتشار مل کر ایسی نفسیاتی صورتِ حال

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

پیدا کرتے ہیں جس میں فرد بتدریج اپنی شناخت، اعتماد اور ذہنی توازن کھونے لگتا ہے۔ اس داخلی شکست کو وہ مختلف علامتوں کے ذریعے فنی پیکر عطا کرتے ہیں، جس سے ان کے افسانے صرف نفسیاتی مطالعہ نہیں رہتے بلکہ پورے معاشرے کی ذہنی کیفیت کا استعارہ بن جاتے ہیں۔

نفسیاتی علامت نگاری کے ضمن میں مظہر الاسلام نے **ابنارمل کردار** کو نہایت گہرائی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ان کے نزدیک ابنارملٹی کسی موروثی بیماری یا ذہنی نقص کا نام نہیں بلکہ ایسے سماجی، سیاسی اور معاشرتی حالات کا نتیجہ ہے جو انسان کو اندر سے توڑ دیتے ہیں۔ غربت، تنہائی، خوف، احساسِ محرومی، ریاستی جبر اور مسلسل ذہنی دباؤ انسان کو ایک ایسی نفسیاتی کیفیت میں مبتلا کر دیتے ہیں جہاں وہ معمول کے طرزِ عمل سے ہٹ جاتا ہے۔

مظہر الاسلام نے ہر افسانے میں ابنارملٹی کو ایک الگ انداز میں دیکھنے کی کوشش کی ہے ان کا افسانہ میں انسانی وہم، ذہنی تھکن، یعنی کام کا زیادہ بوجھ، احساس کمتری بھی انسان کو ابنارمل بنا دیتی ہے۔ ایک انسان کی کیفیت اس طرح نہیں رہتی۔ جو ایک نارمل انسان کی ہوتی ہے۔

مظہر الاسلام کا افسانہ "ایک گڑیا کا زائچہ" میں وہ ایک ایسے کردار کو بطور ابنارمل کردار کے پیش کرتا ہے۔ جو اکیلے پن اداسی، مایوسی اور محبت میں ناکامی کے بعد ابنارمل بن چکا ہے۔ وہ ایک اچھا گڑیا ساز ہے۔ اور وہ اس قسم کی گڑیا بناتا ہے۔ جس میں اس کے محبوب کی تمام خصوصیات ہوں اور وہ اس محبت کی ناکامی کے بعد اس حد تک مایوس اور پریشان ہے کہ وہ خودکشی کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اس افسانے کا اقتباس ہے:

"اس نے کئی سالوں کی محنت کے بعد وہ گڑیا بنائی تھی جو اس کے دل میں تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس نے تمام دنیا کی خوب صورت آنکھیں جمع کر کے اس گڑیا کی آنکھیں بنائی ہیں۔ اس کی آنکھوں میں پہاڑی لڑکیوں کے لمبے بال اور سچے انتظار سیئے ہیں۔ اس بنانے کے لئے دیہاتی لڑکیوں کے وعدوں کے پکے رنگوں والے دھاگے استعمال کئے ہیں۔ اس نے اپنی اور دنیا کی ساری وفا اس گڑیا میں بھر دی۔"(۸)

اسی طرح افسانہ **"ورق ورق لڑکی"** میں خوف کو علامتی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ کردار محسوس کرتا ہے کہ اس کے ہر عمل کی نقل کوئی غیر مرئی وجود کر رہا ہے۔ یہ کیفیت محض وہم نہیں بلکہ ایک ایسی نفسیاتی شکست کی علامت ہے جس میں انسان اپنی ذات پر اعتماد کھو دیتا ہے۔ **روٹی، نوالہ اور خوف** جیسی علامتیں اس داخلی بے یقینی کو ظاہر کرتی ہیں جو مسلسل ذہنی دباؤ کا نتیجہ ہے۔

ہمارے معاشرے میں ہمیں ایسے لوگ چلتے پھرتے زندگی میں مصروف عمل ہوں گے۔ جن کا ہر عمل ان کے حال میں ہوگا۔ لیکن اپنی زندگی کا بیشتر حصہ وہ ماضی سے جوڑیں گے۔ وہ ماضی میں زندہ رہنے کے خواہش مند ہوں گے۔ ایسے اشخاص جو اپنی روح کو ماضی سے پیوست کرتے ہیں۔ وہ ماضی پرست یا ناسٹلجیا کے کردار کہلاتے ہیں۔ ناسٹلجیا ایک نفسیاتی اصطلاح ہے جو زیادہ تر تحت الشعور کے زمرے میں آتی ہے۔ تحت الشعور وہ اصطلاح ہے۔ جو چیزیں ہم بھول چکے ہوتے ہیں اور کچھ دیر یاد کرنے پر ہمیں وہ باتیں یا بیتے لمحات یاد آ جائیں۔

ناسٹلجیا کے بارے میں محمد عاصم بٹ لکھتے ہیں:

"ناسٹلجیا خود کو دہرانے کی خواہش کا نام ہے۔ ناسٹلجیا سے مراد اپنے ماضی کی طرف لوٹنے کا عمل ہے۔ ماضی سے مراد اپنا سب کچھ جو کھو چکا ہے۔ جو اس کے پاس پہلے سے موجود ناسٹلجیا کے حوالے سے ہر شخص کسی نہ کسی وجہ سے متاثر ہے۔ اس جہاں میں جب تک انسان زندہ ہے۔ وہ کسی نہ کسی حوالے سے ماضی میں رہنا پسند کرتا ہے۔ ماضی پرستی یا ناسٹلجیا کی کچھ صورتیں ہیں۔ ماضی پرستی کی ایک صورت عصر حاضر کے ناگزیز اور تلخ تجربات بھی ہیں۔ تھا اس کی طرف واپس جانے کی آرزو کر ناناسٹلجیا ہے۔"(۱۰)

مظہر الاسلام نے اردو افسانوں میں ناسٹلجیا کو بطور نفسیاتی علامت نگاری کے استعمال کیا ہے۔ ان کے جو ناسٹلجیا کے حوالے سے افسانوں کے کردار ہیں وہ ماضی سے جڑی ہوئی چیزوں کو اتنا پسند کرتے ہیں۔ جس کی کوئی حد نہیں۔ وہ ماضی کے کسی لمحے یا چیزوں کو کھونا نہیں چاہتے۔ راقم کا افسانہ "پرانے گھر کی سیڑھیوں پری گری ہوئی تصویر" کا اقتباس ہے:

"ارے یہ کیا ہے؟ یہ نیل پالش والی شیشی تو خالی ہے۔ اسے پھینک دیجئے۔
نہیں نہیں خالی سہی۔ مجھے اس کا رنگ بہت پسند ہے۔ یاد ہے شادی کے کچھ ہی دنوں بعد میں نے تمہیں خاص طور پر خرید کر دی تھی۔۔۔ وہ بوتل کو قریب پڑے ہوئے لفافے میں لپٹنے لگا۔"(۱۲)

مندرجہ بالا اقتباس میں "خالی شیشی" اور "رنگ" بطور علامت کے استعمال ہوئے ہیں۔اس کردار کو اس "خالی شیشی" سے جذباتی وابستگی ہے۔اور وہ اس کو کسی طرح کھونا نہیں چاہتا۔بلکہ یادوں کی صورت میں اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے۔حالانکہ اس کا رنگ بھی اتر چکا ہے۔اور اترے ہوئے رنگ رنگ والی خالی شیشی بھی ماضی سے اس کو لوٹنے نہیں دیتی۔اور یہی نفسیاتی علامت نگاری میں ماضی پرستی یا ناسٹلجیا ہے۔اس افسانے کا ایک اور اقتباس بھی قابل توجہ ہے۔جس میں وہ اپنے ماضی سے جڑی ہوئی کسی چیز سے جدا نہیں ہونا چاہتا:

"اُس نے اپنی کتابیں بڑے صندوق میں بند کیں۔صابن،برش اور ٹوتھ پیسٹ کو ایک لفافے میں بند کر کے ٹوکری میں ڈال دیا۔پھر کافی دیر تک وہ ایک ہوئی کرسی کے قریب کھڑا شائد وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اسے لے جائے یا چھوڑدے اُس نے کرسی کو اٹھا کر جب دوسرے سامان کے ساتھ رکھ دیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ وہ اس کرسی کو بھی لے جانا چاہتا ہے۔"(۱۳)

مظہر الاسلام کا افسانہ "گٹھڑی چور" بھی ناسٹلجیا کے حوالے سے بہترین افسانہ ہے۔جو انہوں نے بطور علامت کے لکھا ہے۔اس میں دو کردار مرد اور عورت ہیں۔مرد کی نسبت عورت ناسٹلجیا میں زندہ رہنے کی قائل ہے۔اور وہ مرد کو ماضی سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔وہ مرد کو یہ بار بار کہتی ہے۔میرے پاس تمہاری ساری گمشدہ چیزیں ہیں۔عورت کے برعکس مرد ماضی میں رہنا نہیں چاہتا۔لیکن ماضی میں کھوئی ہوئی چیزوں کو یاد رکھے ہوئے ہے۔اس افسانہ میں وہ لکھتے ہیں:

"صرف یہ سویٹر ہی نہیں میرے پاس تو تمہاری اور بہت سی کھوئی کوئی چیزیں بھی ہیں۔اس کے لہجے میں یقین تھا،تمہاری کھوئی ہوئی پینسل،ربڑ،اس نے سگریٹ کی راکھ ایش ٹرے میں جھاڑی اور بولا،میری تو کئی پنسلیں،ربڑ اور شاپنر گم ہوئے تھے۔"(۱۴)

تنقیدی اعتبار سے دیکھا جائے تو مظہر الاسلام کی نفسیاتی علامت نگاری اردو افسانے میں ایک منفرد اضافہ ہے۔انہوں نے نفسیات کو محض فرد کی داخلی کیفیت تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے معاشرتی، تہذیبی اور سیاسی حالات سے جوڑ دیا۔ان کے افسانوں کے ابنارمل کردار دراصل ایک بیمار معاشرے کی پیداوار ہیں، جبکہ ماضی پرستی، خوف، احساسِ محرومی اور تنہائی اس عہد کی اجتماعی نفسیات کی نمائندگی کرتے ہیں۔یہی خصوصیت ان کی علامت نگاری کو گہرائی، وسعت اور آفاقیت عطا کرتی ہے اور انہیں جدید اردو علامتی افسانے کے ممتاز ترین فنکاروں میں شامل کرتی ہے۔

مظہر الاسلام کے اردو افسانوں میں فلسفہ وجودیت اور وجودی بیگانگی کی جھلک خاص گہرے معنوں میں ملتی ہے۔ان کے افسانے محض خارجی واقعات کی عکاسی نہیں کرتے بلکہ انسان کے باطنی وجود، شناخت کے بحران، تنہائی، بیگانگی، آزادی، خوف اور بے معنویت جیسے وجودی مسائل کو علامتی اسلوب میں پیش کرتے ہیں۔ان کے ہاں وجودیت مغربی فلسفے کی تقلید نہیں بلکہ پاکستانی معاشرے کے سیاسی، سماجی اور تہذیبی حالات سے جنم لینے والی فکری کیفیت ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کے کردار اپنی شناخت کی تلاش، داخلی اضطراب اور معاشرتی جبر کے درمیان مسلسل کشمکش کا شکار نظر آتے ہیں۔

مظہر الاسلام کے نزدیک جدید انسان سب سے پہلے اپنی شناخت کھوتا ہے، پھر اپنے وجود سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔جب انسان اپنی آزادی، خواب اور شخصیت پر اختیار کھو دیتا ہے تو وہ محض ایک جسمانی وجود بن کر رہ جاتا ہے۔یہی وجودی بحران ان کے افسانوں کی علامتی ساخت کو تشکیل دیتا ہے۔ان کے کردار معاشرے میں رہتے ہوئے بھی خود کو اجنبی محسوس کرتے ہیں، لوگوں کے درمیان موجود ہونے کے باوجود تنہائی کا شکار رہتے ہیں اور زندگی کو ایک بے مقصد سفر تصور کرتے ہیں۔اس داخلی انتشار کو افسانہ نگار مختلف علامتوں کے ذریعے فنی پیکر عطا کرتا ہے، جس سے ان کے افسانے فلسفیانہ گہرائی اختیار کر لیتے ہیں۔

ان کے افسانہ "مردے کی بُو" کا اقتباس ہے:

"اور میرا ذہن میرے وجود کا سب سے اہم حصہ ہے اور وہی میرے وجود کا اثبات کرتا ہے اور احساس دلاتا ہے کہ میں حرکت کر رہا ہوں۔مگر ذہن سے ماورا کوئی خیال مجھے یہ شعور عطاء کرتا ہے کہ میرا ذہن بھی ایک سڑک ہے اور اس پر خیالات کی گاڑیاں آگے پیچھے دائیں بائیں بے ترتیبی سے کھڑی ہیں۔دو بسوں کے درمیان ایک چھوٹی سی ٹیکسی کے پس جانے اور ریزہ ریزہ ہو جانے کا خطرہ تھا۔"(۱۹)

مظہر الاسلام کا افسانہ "دھوپ کے منڈیر" میں قبر یا قبروں کو بطور علامت کے پیش کیا گیا ہے۔یہ قبر موت کی علامت نہیں ہے۔بلکہ اس افسانہ میں فلسفہ وجودیت کے تحت قبر کو بطور تنہائی خوف زدگی اور اکیلا پن کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔

اس افسانہ کا اقتباس ہے:

"چاروں طرف پھیلی ہوئی قبروں پر چپ کے جالے بنے ہوئے تھے۔اداسی کے اشاروں پر ناچتی ہوئی جھینگر کی آواز گورکن کے بوڑھے قدموں تلے دب کر رہ گئی۔ٹوکریاں آگے پیچھے لہراتا ہوا چلا جا رہا تھا۔خوف اس سے بچ بچ کر گزر رہا تھا۔خشک پتے ناچتے ناچتے اس کے قدموں میں گر پڑے اور جب اس نے اگلا قدم اٹھایا تو ان کی سسکیاں لپک کر خشک نوکیلی جھاڑیوں میں دبک گئیں۔"(۲۰)

یہ افسانہ وجودی فلسفہ کے تحت لکھا گیا ہے۔کیونکہ اس میں انسان کی مایوسی،خوف زدگی اور تنہائی کا اظہار کیا ہے۔اس افسانہ میں قبروں کو بطور معاشرہ کے استعمال کیا گیا ہے۔یہ معاشرہ انسانوں کا نہیں رہا۔بلکہ مردہ لوگوں کا قبرستان ہے۔ایک انسان کو دوسرے انسان کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔قبر پر چپ کے جالے، جھینگر کی آواز،بوڑھا گورکن "قبر پر چپ کے جالے"اس سے یہ مراد لی جا رہی ہے کہ معاشرہ اپنی حقیقت سے خالی ہو چکا ہے۔ہر طرف خاموشی چھا گئی ہے۔" جھینگر کی آواز" معاشرے میں بسنے والے کمزور لوگوں کی آواز ہے۔جس کو معاشرے کے بااثر افراد نہیں سنتے۔"قبرستان" پورے معاشرے کی کیفیت کو قبرستان سے تشبیہ دی گئی ہے۔اس اقتباس معاشرتی خوف،دکھ،ڈر اور تنہائی کو بیان کیا جا رہا ہے۔

مظہر الاسلام افسانہ "پنجرہ" میں فلسفہ وجودیت کو مزید گہرے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

"یہاں بے پناہ تنہائی ہے،ویرانی ہے،اداسی ہے۔یہاں برسوں سے کوئی نہیں آیا۔اس مکان کے دروازے نے کبھی دستک نہیں سنی۔اس کی کنڈی کو انتظار کا زنگ کھا گیا ہے۔"(۲۵)

افسانہ "**پیاسے ہاتھ کی دسترس** "میں وجودی بحران ایک نئے زاویے سے سامنے آتا ہے۔یہاں **غائبانہ نمازِ جنازہ، قبریں اور نام کے پتھر** انسان کی کھوئی ہوئی شناخت، روحانی موت اور معاشرتی بے معنویت کی علامتیں ہیں۔کردار اگرچہ جسمانی طور پر زندہ ہے، مگر اس کی سماجی حیثیت، انفرادی شناخت اور داخلی وجود مر چکے ہیں۔اس علامتی اظہار سے واضح ہوتا ہے کہ مظہر الاسلام کے نزدیک جدید انسان اپنی اصل پہچان سے محروم ہو چکا ہے۔

وجودی علامت نگاری کی ایک اور مؤثر مثال افسانہ "**ٹیڑھی فصیل کے سائے** "ہے۔اس افسانے میں "**محل** " محض ایک عمارت نہیں بلکہ انسانی خوابوں، آزادی، امن اور مثالی زندگی کی علامت ہے۔کردار مسلسل اس محل کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں، لیکن وہ کبھی اسے حاصل نہیں کر پاتے۔یہ ناکامی دراصل اس حقیقت کی علامت ہے کہ جدید انسان ہمیشہ ایسی منزل کی تلاش میں رہتا ہے جو اس کی دسترس سے باہر ہوتی ہے۔

افسانہ "**پنجرہ** "وجودی تنہائی کی نہایت بلیغ مثال ہے۔یہاں **پنجرہ، اجنبی جگہ، خاموش مکان اور انتظار کا زنگ** ایسی علامتیں ہیں جو انسان کی داخلی قید اور آزادی کی خواہش کو نمایاں کرتی ہیں۔کردار کا یہ کہنا کہ وہ ایسی جگہ جانا چاہتا ہے جہاں کوئی اسے نہ جانتا ہو، اس کی معاشرتی بیگانگی اور داخلی شکست کی واضح علامت ہے۔اسی طرح "انتظار کا زنگ" اس امید کی نمائندگی کرتا ہے جو طویل انتظار کے باعث بے معنی ہو چکی ہے۔

افسانہ "**ایک شام نے چڑیا کو چگ لیا** "اور "**بن بیاہی بات** " میں شناخت کا بحران وجودی فلسفے کی مرکزی علامت بن جاتا ہے۔کردار ایک دوسرے کو پہچاننے کے باوجود اپنی شناخت پر یقین نہیں رکھتے، جبکہ سالگرہ کا گزر جانا اور اس کا احساس نہ ہونا وقت کی بے معنویت اور انسانی وجود کی بے مقصدی کو ظاہر کرتا ہے۔ان افسانوں میں شناخت صرف ایک سماجی مسئلہ نہیں بلکہ وجودی بحران کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

اسی طرح افسانہ "**شہر پناہ** " میں **گم شدہ شہر** دراصل انسان کی گم شدہ شناخت، داخلی سکون اور وجودی اطمینان کی علامت ہے۔کردار شہر نہیں بلکہ اپنے حقیقی وجود کی تلاش میں سرگرداں ہے۔اس کی یہ جستجو جدید انسان کی اس دائمی بے چینی کی نمائندگی کرتی ہے جس میں وہ اپنی اصل پہچان اور داخلی سکون سے محروم ہو جاتا ہے۔

المختصر مظہر الاسلام نے وجودی فلسفے کو محض نظریاتی مباحث تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے علامتی افسانوی تجربے میں ڈھال کر ایک نئی معنویت عطا کی۔ان کے افسانوں میں قبر، شہر، پنجرہ، محل، ذہن، سڑک، انتظار، خاموشی اور شناخت جیسی علامتیں جدید انسان کی روحانی تنہائی، سماجی بیگانگی اور داخلی اضطراب کی نمائندگی کرتی ہیں۔یہی علامتی نظام ان کے افسانوں کو محض سماجی بیانیہ نہیں رہنے دیتا بلکہ انہیں انسانی وجود کی فلسفیانہ تعبیر بنا دیتا ہے۔اس اعتبار سے مظہر الاسلام جدید اردو افسانے کے ان ممتاز فنکاروں میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے وجودی فکر کو علامتی اظہار کے ذریعے نہایت مؤثر اور پائیدار ادبی صورت عطا کی۔

مظہر الاسلام کے افسانوں میں سیاسی علامت نگاری نہایت گہری اور بامعنی صورت میں سامنے آتی ہے۔انہوں نے براہِ راست سیاسی نعروں یا وقتی سیاسی واقعات کو موضوع بنانے کے بجائے علامتی اسلوب اختیار کیا، جس کے ذریعے ریاستی جبر، آمریت، انسانی آزادی کی پامالی، خوف کی فضا، طاقت کے ناجائز استعمال اور عوامی بے بسی کو نہایت

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مؤثر انداز میں پیش کیا ہے۔ ان کے افسانوں میں سیاسی علامتیں محض اقتدار کے نظام کی نمائندہ نہیں بلکہ اس پورے سماجی ڈھانچے کی عکاس ہیں جس میں انسان اپنی آزادی، شناخت اور وقار سے محروم ہو جاتا ہے۔

مظہر الاسلام کا تخلیقی دور پاکستان کی سیاسی کشمکش، آمریت اور آزادیِ اظہار پر پابندیوں کا دور تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانوں میں سیاسی علامتیں حقیقت کے پردے میں چھپے ہوئے ان عوامل کو بے نقاب کرتی ہیں جو عام انسان کی زندگی کو مسلسل خوف اور عدم تحفظ سے دوچار رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک سیاسی جبر صرف حکمرانوں کا مسئلہ نہیں بلکہ پورے معاشرے کی فکری اور نفسیاتی ساخت کو متاثر کرنے والا المیہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے سیاسی استبداد کو مختلف علامتی پیکروں کے ذریعے پیش کیا تاکہ افسانہ وقتی سیاست سے بلند ہو کر آفاقی معنویت اختیار کر سکے۔

ان کا افسانہ "گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی" یہ ان کا نمائندہ افسانہ ہے۔ یہ افسانہ علامت نگاری کی ایک بہت ہی عمدہ مثال ہے۔ اس افسانہ میں راقم نے مارشل لاء کو بہت گہرائی کے ساتھ بیان کیا ہے:

"اب یہاں امام مسجد کے مصلے کے قریب گھوڑے کو کھڑے دیکھ کر دُکھ سے میرا دل بیٹھ رہا تھا۔ پتہ چلا کہ نمازی رکوع میں تھے۔"(۳۵)

اس افسانے کا ایک اور اقتباس قابل توجہ ہے:

"سارے شہر کی عجیب حالت تھی۔ گھوڑے نے شہر کا نقشہ بدل کر رکھ دیا تھا۔ کچھ لوگ گھروں میں گھوڑے کی باتیں کر رہے تھے۔ اور کچھ اسے پکڑنے کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔"(۳۶)

مظہر الاسلام کے افسانہ "عذاب پوش پرندے" میں بھی سیاسی علامت کو بیان کیا ہے۔ انہوں نے فوجی آمر اور مارشل لاء کی طاقت اور اس کے وجود کو بہترین انداز میں بیان کیا ہے۔ جب ملک میں مارشل لاء لگ جائے تو وہ اتنے جلدی ختم نہیں ہوتا وہ پورے ملک کے ہر شے کو تہس نہس کر دیتا ہے اس افسانے کا اقتباس ہے:

"مگر وہ بڑا مکار بڈھا ہے اس نے قوموں کے ہاتھ پاؤں توڑے ہیں وہ ان کے ساتھ کھیلا کرنے سے بھی باز نہیں آئے گا ان سے کہے گا وقت بوڑھا ہو چکا ہے۔"(۳۸)

اسی طرح افسانے میں **اکیلا آدمی** ان تمام افراد کی علامت ہے جو جابرانہ نظام کے خلاف اپنی شناخت اور آزادی کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کردار کی تنہائی دراصل پورے معاشرے کی بے بسی کی علامت ہے، جہاں سچ بولنے والا فرد خود کو ہر طرف سے محصور محسوس کرتا ہے۔

مظہر الاسلام کے سیاسی افسانوں میں **شہر** بھی ایک اہم علامت ہے۔ یہ شہر صرف جغرافیائی حدود کا نام نہیں بلکہ ایسا ریاستی ڈھانچہ ہے جہاں خوف، خاموشی، نگرانی اور جبر نے انسانی زندگی کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔ شہر کی گلیاں، سڑکیں، عمارتیں اور ویرانیاں ایک ایسے معاشرے کی تصویر پیش کرتی ہیں جہاں انسان جسمانی طور پر زندہ مگر فکری طور پر قید ہو چکا ہے۔ مظہر الاسلام کی سیاسی علامت نگاری اردو افسانے میں مزاحمتی ادب کی ایک مضبوط روایت کی نمائندگی کرتی ہے۔ انہوں نے علامت کو سیاسی شعور، انسانی آزادی اور سماجی انصاف کے اظہار کا مؤثر وسیلہ بنایا۔ ان کے افسانوں میں **گھوڑا، شہر، ٹاپوں کی** آواز، تنہا آدمی، خاموشی اور خوف جیسی علامتیں جابرانہ سیاسی نظام کے خلاف ایک فکری احتجاج کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ یہی علامتی نظام ان کے افسانوں کو محض سیاسی بیانیہ نہیں رہنے دیتا بلکہ انہیں انسانی آزادی، وقار اور مزاحمت کی آفاقی دستاویز بنا دیتا ہے۔ مظہر الاسلام کے افسانوں میں معاشرتی علامت نگاری نہایت اہم فکری جہت کی حامل ہے۔ ان کے ہاں معاشرہ محض افراد کا مجموعہ نہیں بلکہ اقدار، رشتوں، ثقافتی رویوں، طبقاتی تفاوت، سماجی ناانصافی اور اخلاقی زوال کا ایک پیچیدہ نظام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے معاشرتی مسائل کو براہِ راست بیان کرنے کے بجائے علامتی اسلوب اختیار کیا، جس سے ان کے افسانوں میں معنوی گہرائی اور فنی تاثیر پیدا ہوئی۔ ان کی علامتیں معاشرے میں بڑھتی ہوئی بے حسی، رشتوں کی ٹوٹ پھوٹ، شناخت کے بحران اور انسانی اقدار کی شکست و ریخت کی مؤثر نمائندگی کرتی ہیں۔

مظہر الاسلام کے نزدیک جدید معاشرہ انسان کو اس کی اصل شناخت، جذباتی وابستگی اور سماجی رشتوں سے محروم کر دیتا ہے۔ یہی احساس ان کے افسانوں کی علامتی فضا پر غالب نظر آتا ہے۔ ان کے کردار ہجوم میں رہتے ہوئے بھی تنہا ہیں، رشتوں میں بندھے ہونے کے باوجود جذباتی قربت سے محروم ہیں اور سماجی زندگی کا حصہ ہونے کے باوجود بیگانگی کا شکار ہیں۔ اس داخلی اور خارجی تضاد کو مصنف نے مختلف علامتوں کے ذریعے مؤثر انداز میں پیش کیا ہے۔ مظہر الاسلام کے افسانہ "کلرکوں کے خواب" میں معاشرتی استحصال کو اچھے انداز میں بیان کیا ہے:

"کچھ عرصہ سے دفتر میں کلرکوں کو عجیب و غریب خواب آنے لگے ہیں۔ موسم پر حبس طاری ہو رہا ہے۔ دن کچے ہونے لگے ہیں عورتوں نے اچھے موسم میں کچھ سیا تھا ادھیڑ دیا ہے۔ پرندوں کے پر ٹوٹتے جا رہے ہیں۔ کلرک بدستور خواب دیکھتے ہیں اور افسران ان سے نالاں نظر آتے ہیں۔ صبح دفتر پہنچتے ہی سارے کلرک کسی ایک میز کے گرد کرسیاں کھینچ لیتے ہیں۔ اور جس کسی نے رات کو خواب دیکھا ہوتا ہے۔ سنانا شروع کر دیتا ہے۔"(۴۸)

مندرجہ بالا اقتباس میں افسانہ نگار نے کلرکوں، کچے، سیا تھا ادھیڑ دیا، پرندوں کے ٹوٹتے پر اور افسران بالا کا نالاں ہونا جیسی علامات استعمال ہوئی ہیں۔ کلرکوں کو بطور لوگ استعمال کیا گیا ہے۔ کہ ہم میں سے اکثر لوگ خوابوں کی دنیا میں رہ کر ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن معاشرہ وہ افسران بالا ہیں۔ جو ہر وقت ہم سے ناراض رہتا ہے۔ اور کچے دنوں اور پرندوں کے ٹوٹتے پروں کی طرح ہم بھی مایوس اور ناامید ہو جاتے ہیں۔

افسانہ "پیروں پر پانی" میں افسانہ نگار نے انسانی کش مکش اور اس کے متضاد رویوں کو بطور علامت کے پیش کیا ہے کس طرح ہم اپنے سماج میں منافقانہ اور متضاد رویے رکھتے ہیں۔ جو بھی کام کرتے ہیں۔ اس میں صرف اور صرف دکھاوا ہے۔ یہ دکھاوا صرف لوگوں کو متاثر کرنے کے لیے ہے۔ اس افسانے کا اقتباس ہے:

"یتیم خانے کو اس لئے چندہ دیتا ہے کہ وہاں سے ایک رسید ملتی ہے۔ لوگوں کو پتہ چلتا ہے۔ وہ سڑک کنارے بیٹھے فقیر کو اس لئے کچھ نہیں دیتا کہ اس کے پاس رسید نہیں ہوتی۔"(٦٧)

تو مظہر الاسلام کی معاشرتی علامت نگاری جدید اردو افسانے میں سماجی شعور کی ایک مضبوط روایت کو آگے بڑھاتی ہے۔ انہوں نے معاشرے کے پیچیدہ مسائل کو براہِ راست وعظ یا نعرے کی صورت میں پیش کرنے کے بجائے علامتی اظہار کے ذریعے قاری کو غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ ان کے افسانوں میں گڑیا، شال، شہر، ویران گھر، خاموش گلیاں اور اجنبی چہرے ایسی علامتیں ہیں جو معاشرتی انتشار، اخلاقی زوال، انسانی تنہائی اور تہذیبی بحران کی جامع تعبیر بن جاتی ہیں۔ یہی علامتی نظام مظہر الاسلام کے افسانوں کو جدید اردو ادب میں ایک منفرد اور پائیدار مقام عطا کرتا ہے۔

اردو ادب میں تصوف، صوفی ازم اور متصوفانہ کا عمل دخل بہت زیادہ ہے۔ اردو زبان و ادب کی نشو و نما کے لیے ان چیزوں نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ کلاسیکی عہد لے کر جدید عہد تک کہیں نہ کہیں ان عوامل نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

مظہر الاسلام نے بھی متصوفانہ علامت نگاری کو اچھے انداز سے بیان کیا ہے۔ مظہر الاسلام کا افسانہ "مٹھی بھر انتظار" میں صوفیاء کرام اور اولیاء کرام سے بہت زیادہ محبت تھی۔ انہوں نے عشق و محبت، روحانی قید، عشق سے آزادی اور اس آگ میں جلنا وغیرہ کو بطور علامت کے استعمال کیا ہے:

"اُس کی آنکھیں شاہ حسین کے مزار پر بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح ہیں۔ کیا تم کبھی میلہ چراغاں دیکھنے گئے ہو۔ میں نے کہا "ہاں" کہنے لگا اُس کی آنکھوں میں میلہ چراغاں لگا ہوا ہے۔۔۔ شاہ حسین کے مزار پر لگنے والے میلے سے بھی بڑا میلہ۔۔۔ اس کی پلکیں جال میں الجھے ہوئے پرندوں کے پروں کی طرح پھڑ پھڑاتی ہیں۔"(۷۴)

مظہر الاسلام نے اپنے افسانے "شام ڈھلے میلے سے واپسی" میں متصوفانہ عناصر کو بیان کیا ہے۔ اس افسانے میں اس مزار یا دربار کی کیفیت کو عشق حقیقی اور اجتماع کی صورت بیان کیا ہے۔ اس افسانے کا اقتباس ہے:

"لوگ ٹولیوں میں اور اکیلے، ٹانگوں، سائیکلوں، ریڑھیوں تک پیدل چلتے ڈالیوں کے ساتھ ناچتے ہوئے میلے میں شریک ہو رہے تھے۔ ملنگ اور فقیر سیاہ اور سبز لباس پہنے مستی میں ڈوبے ہوئے اور حق حق، "اللہ ہو اللہ ہو" کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ دکانیں سجی ہوئی تھیں۔ لوگ من پسند کی چیزیں خرید رہے تھے۔"(٧٦)

زیر مطالعہ افسانوں کے تنقیدی و تجزیاتی جائزے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مظہر الاسلام نے علامت نگاری کو محض فنی آرائش کے طور پر استعمال نہیں کیا بلکہ اسے اپنے افسانوی وژن کا بنیادی وسیلہ بنایا ہے۔ ان کے افسانوں میں علامتیں انسانی نفسیات، وجودی اضطراب، سیاسی جبر، سماجی انتشار اور تہذیبی بحران کی ترجمانی کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ہر علامت بیک وقت متعدد معنوی سطحوں پر متحرک نظر آتی ہے اور قاری کو متن کے باطنی مفاہیم تک رسائی فراہم کرتی ہے۔

مظہر الاسلام کی علامت نگاری جدید اردو افسانے میں ایک منفرد فنی روایت کی حیثیت رکھتی ہے۔ انہوں نے روزمرہ زندگی کی عام اشیا کو غیر معمولی فکری معنویت عطا کی ہے۔ **مکھی، پنجرہ، قبر، شہر، گھوڑا، محل، شال، گڑیا، سڑک، خاموشی اور تنہائی** جیسی علامتیں ان کے افسانوی نظام میں انسانی وجود، داخلی کشمکش، آزادی کی خواہش اور شناخت کے بحران کی نمائندہ بن جاتی ہیں۔

مظہر الاسلام جدید اردو افسانے کے ان نمایاں تخلیق کاروں میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے علامت نگاری کو محض ایک ادبی صنعت کے بجائے ایک ہمہ گیر فکری اور جمالیاتی نظام کی صورت عطا کی۔ ان کے افسانوں میں علامتیں حقیقت سے فرار کا وسیلہ نہیں بلکہ حقیقت کی تہہ در تہہ تعبیر کا ذریعہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا علامتی نظام قاری کو متن کے ظاہری مفہوم سے آگے بڑھ کر انسانی وجود، معاشرتی بحران، سیاسی جبر اور تہذیبی انتشار کے گہرے حقائق تک رسائی فراہم کرتا ہے۔

مظہر الاسلام کی علامت نگاری اس امر کی غماز ہے کہ عظیم ادب اپنے عہد کی صرف عکاسی نہیں کرتا بلکہ اس کی فکری تشکیل بھی کرتا ہے۔ ان کے افسانوں میں علامتیں انسانی شعور کو بیدار کرتی ہیں، قاری کو سوال اٹھانے پر آمادہ کرتی ہیں اور اسے اپنے معاشرے، اپنی شناخت اور اپنے وجود پر از سرِ نو غور کرنے کی دعوت دیتی ہیں۔ یہی وصف ان کے افسانوں کو وقتی ادب سے بلند کر کے آفاقی ادب کی صف میں لا کھڑا کرتا ہے

حوالہ جات

۱۔ اظہر علی رضوی، ڈاکٹر، مسلم نفسیات کے خدوخال لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۹۷ء میں ۲۷۶
۲۔ مظہر الاسلام، گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء، ص ۱۷۴
۳۔ مظہر الاسلام، باتوں کی بارش میں بھیگتی لڑکی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء، ص ۱۲۱
۴۔ مظہر الاسلام، خط میں پوسٹ کی گئی دوپہر، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء، ص ۶۳
۵۔ مظہر الاسلام، گڑیا کی آنکھ سے شہر کو دیکھو، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء، ص ۴۱
۶۔ مظہر الاسلام، گڑیا کی آنکھ سے شہر کو دیکھو، سے کو، ص ۱۵۱
۷۔ محمد عاصم بٹ، عبداللہ شخصیت اور فن، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۱۶ء،
۸۔ فطر الاسلام، گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی، ص ۱۸۷
۹۔ مظہر الاسلام، گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی، ص ۱۸۹
۱۰۔ مظہر الاسلام، گڑیا کی آنکھ سے شہر کو دیکھو، ص ۴۸
۱۱۔ مظہر الاسلام "گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی۔ ص ۸۳
۱۲۔ مظہر الاسلام، گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی ۱۲۵ ص
۱۳۔ مظہر الاسلام، باتوں کی بارش میں بھیگتی لڑکی، ص ۴۴
۱۴۔ مظہر الاسلام، گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی، ص ۱۳۴
۱۵۔ شہر میں اکیلا مظہر الاسلام، گھوڑوں کے شہر میں آدمی، ص ۱۳۴
۱۶۔ مظہر الاسلام، گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی ص ۱۹۶
۱۷۔ مظہر الاسلام، گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی ص ۱۱۷
۱۸۔ مظہر الاسلام، گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی، ص ۷۸
۱۹۔ مظہر الاسلام، باتوں کی بارش میں بھیگتی لڑکی، ص ۱۶۱